کتاب نما

رودادِ قفس : از سید علی گیلانی۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، مرکز ایف سیون، اسلام آباد، صفحات ۴۶۰، قیمت ۱۲۰ روپے۔

تحریک آزادی کشمیر کے حوالے سے سیّد علی گیلانی کا نام "وقت کی ایک استبدادی قوت کے خلاف کشمیری مسلمانوں کے جہاد عزیمت کا عنوان" بن چکا ہے --- وہ کہتے ہیں : "زندگی کے مقاصد جتنے عظیم اور ارفع ہوں، ان کے حصول کے لیے اتنی ہی عظیم اور بیش بہا قربانیاں دینی پڑتی ہیں" --- علی گیلانی کی زندگی اسلام کی سربلندی اور آزادی کشمیر کے لیے طویل جدوجہد سے عبارت ہے۔ زیرِنظر کتاب اسی جدوجہد اور انھی بیش بہا قربانیوں کی ایک جھلک دکھاتی ہے --- ان قربانیوں میں، کشمیریوں کے اس مسلمہ رہنما کے ساتھ ان کے قریبی اعزہ، تحریک اسلامی سے وابستہ اساتذہ، طلبہ، وکلا، تاجر، ملازمین اور عام شہری اور دیہاتی بھی شامل ہیں۔

بظاہر تو یہ سید علی گیلانی کی آپ بیتی ہے، جس میں ان کی ذاتی زندگی، ان کے معمولات، مشاغل و مصروفیات، اور کچھ ان کے اہلِ خانہ اور عزیزوں کا ذکر ہے، لیکن اس سے ایک وسیع کینوس پر یہ ایک جگ بیتی بھی ہے۔ کاروانِ آزادی کے اسیروں کی کہانی، مظلوموں کی داستانیں، قیدیوں سے غیرانسانی سلوک، جیلوں کی شرمناک حالت، بھارتی فوج کی اخلاق سوز کارروائیاں، حیوانیت کے مظاہرے، انسانی حقوق کی پامالی --- اور ڈھٹائی کی حد ہے کہ بھارت کو فوجی عملداری کی ان مکروہ اور سیاہ کارروائیوں کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی "جمہوریت" ہونے کا دعویٰ ہے ؟ لیکن "جب آپ اس کے اندرونی خدّوخال دیکھیں گے تو آپ یقیناً چنگیزیت اور درندگی کے نظام کا ہو بہو عکس پائیں گے۔" --- اس مضحکہ خیز دلیل کے جواب میں کہ : "بہت سا وقت گزر گیا ہے، اس لیے اب کشمیری عوام کی آزادی اور حقِ خود ارادیت کی بات نہیں کرنی چاہیے ---" وہ کہتے ہیں : "میں ان سے پوچھتا ہوں کیا دریائے جہلم کے پانی کے ساتھ لوگوں کے حقوق بھی بہہ چکے ہیں ؟" --- اس کا جواب انہیں گرفتاری، جیل میں بدسلوکی، جسمانی

تعذیب اور ذہنی اذیت کی صورت میں ملتا ہے۔

"رودادِ قفس" کا زیرِ نظر مقدمہ تو مصنف کی چند ماہ (۱۹۹۰ء) کی رودادِ اسارت ہے' بحیثیت مجموعی ان کی زندگی کے ۱۷ برس جیلوں اور تفتیشی مراکز میں گزرے۔ جہاں انھیں طرح طرح کی ذہنی اذیتوں سے گزارا گیا' مارپیٹ کی گئی' قید تنہائی میں رکھا گیا' طرح طرح کے لالچ دیے گئے (کشمیر کی وزارت اعلیٰ تک کی پیش کش ہوئی) مگر ذات باری تعالیٰ پر ایمان و یقین نے انہیں ایسی قابلِ رشک استقامت عطا کی کہ ان کے عزائم' ان کا اعتماد' ان کی ہمت اور ان کا جذبہ قربانی دیدنی ہے۔ لکھتے ہیں: "وادی گل پوش کا چپہ چپہ خونِ شہدا سے لالہ رنگ بنایا جارہا ہے۔ ہم راہِ وفا کے ان شہیدوں کے حضور خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ ہماری زندگیاں' ہماری اولاد' ہمارے مال و متاع' ہمارے مکانات' ہماری زمینیں' ہمارے باغات' ہمارے مال' مویشی' ہمارے اسباب زندگی' ہمارے جیون ساتھی' سب اللہ کی بخشی ہوئی امانتیں ہیں۔ ان امانتوں کو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے' اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے' اپنی ملت اور وطنِ عزیز کو باطل قوتوں کے غلبے اور استبداد سے آزاد کرانے کے لیے قربان کرنے کی خاطر ہمیں پورے ذہنی اور قلبی اطمینان کے ساتھ تیار رہنا چاہیے۔ یہ سب کچھ قربان کرنے کے بعد ہمیں اللہ پر کوئی احسان نہیں دھرنا ہے' بلکہ یہ اسی کا احسان ہو گا کہ اگر وہ ہمیں اس ایثار و قربانی کی توفیق عطا فرمائے۔" ان کا ردِعمل کسی جوشیلے اور جذباتی انسان کا نہیں' ایک صابر و شاکر اور فہیم و متین اور دھیما مزاج رکھنے والے مسلمان کا ہے۔

یہ ردِعمل سید علی گیلانی کی نیک نفس' صابر و شاکر' متقی' خوددار و باکردار اور قید و بند کی بھٹی سے کندن بن کر نکلنے والی شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ قصہ امروز بیان کرتے کرتے وہ ماضی میں جانکلتے ہیں۔ کشمیر میں تحریک اسلامی کے نشیب و فراز' تحریکِ آزادی کے مختلف مراحل' اہل کشمیر سے بھارت کی بدعہدی' ان سے بدسلوکی' ان پر مظالم --- پھر حالات و واقعات کا تجزیہ کرتے کرتے وہ خود کلامی کے انداز میں آواگون' سیکولرزم' کمیونزم' دین الٰہی' اکبر کا دورِ حکومت' تقسیمِ ہند اور ملت اسلامیہ کے انتشار و افتراق اور اسی طرح کے دیگر موضوعات پر اپنے دلچسپ محسوسات و خیالات پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ نفسِ انسانی کی مختلف کیفیتوں' اس کی کمزوریوں' حالات کی جبریت' قیدیوں کی نفسیات' سیاسی غلامی کے ہولناک نتائج وغیرہ پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ ان کے محسوسات کے پس پردہ' ایک زمانے کے سرد و گرم چشیدہ' ایک پختہ فکر' اور دردمند فلسفی کی سوچ کارفرما نظر آتی ہے:

○ "تنہائی کے لمحات بڑے غنیمت ہوتے ہیں۔ ان لمحات میں اپنی ماضی کی زندگی کا بے لاگ جائزہ لینا چاہیے کہ کہاں کیا کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں؟ تاکہ آنے والے مراحل میں ان خامیوں اور کوتاہیوں کی پاداش میں سزا نہ بھگتنا پڑے۔"

○ "محض وہ بندوق کہ جس کے پیچھے صالح اصولوں اور قدروں کی کارفرمائی نہ ہو' تاریخ کے کسی دور میں نہ تو ظلم مٹا سکی اور نہ عدل ہی قائم کرسکی ہے۔ بے مقصد اسلحے اور بندوقوں نے صرف ظلم اور استبداد کرنے والے چہروں اور ہاتھوں کو بدلا ہے۔"

○ "عزائم میں عظمت' آفات کا مقابلہ کرنے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔"

○ "نئے نئے حادثات اس طرح جنم لے رہے ہیں جیسے ٹوٹی صراحی سے قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا ہو یا کسی درخت کے پکے ہوئے پھل ہوا کے معمولی جھونکے سے گر رہے ہوں یا کسی ریتلی ڈھلان سے چھوٹے چھوٹے پتھر اور ذرات خود بخود نشیب کی طرف آ رہے ہوں یا بلندی سے آنے والے جھرنے کا کسی چٹان نے راستہ روک لیا ہو' اور وہ راستہ بنا کر قطرہ قطرہ بہہ کر اپنی راہ بنا رہا ہو۔"

سید علی گیلانی کی استقامت قابل داد ہے' مگر ایک حقیقت پسند شخص کی طرح انہوں نے بطور انسان اپنی بشری کمزوریوں کے ذکر سے دریغ نہیں کیا۔ بچوں اور اہل خانہ کی یاد آتی ہے تو مضطرب اور بے چین ہوجاتے ہیں۔ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بچے آکر ملتے ہیں تو انھیں بوسے دیتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرتے ہیں۔ تفتیشی مرکز میں پہلی بار لائے جانے کے بعد تفتیش اور پوچھ گچھ کا مرحلہ آتا ہے تو احساس گھبراہٹ کا اعتراف کرتے ہیں --- یوں انھوں نے اپنے حقیقی جذبات کو چھپایا نہیں اور نہ ان کے اظہار میں کسی طرح کی بناوٹ سے کام لیا ہے۔

اردو' سیّد علی گیلانی کی مادری زبان نہیں ہے' مگر انھوں نے حیرت انگیز حد تک اپنے مافی الضمیر کو صاف و صریح اور صحیح زبان میں بیان کیا ہے' بلکہ ان کی بیانیہ نثر کا اسلوب' مصنف کے پختہ ادبی ذوق کا پتا دیتا ہے۔ بہت سے مقامات پر قاری کو شاعرانہ اور رومانوی نثر کے ٹکڑے ملتے ہیں۔ مثلاً : صفحہ ۳۸ ' ۶۵' ۶۷ وغیرہ'۔ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کے حوالوں اور برجستہ اشعار کے بکثرت استعمال سے سید گیلانی کے وسیع مطالعے اور قابل رشکؔ حافظے کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتاب کے جملہ ۴۳' اجزا کا آغاز کسی نہ کسی شعر سے ہوتا ہے۔ پھر ہر جزو کے اندر موقع محل کے مطابق اردو اور فارسی کے کثیر اشعار قاری کو "غبار خاطر" کی یاد دلاتی ہیں۔

"رودادِ قفس" محض ایک فرد کی آپ بیتی نہیں' ایک تحریک کی داستان' اور ایک جدوجہد کی کہانی ہے --- اردو کے حبسیاتی ادب میں یہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ معنوی اعتبار سے یہ خوبصورت کتاب اعلیٰ معیار کتابت و طباعت سے شائع کی گئی ہے' اور ناشر کے اعلان کے مطابق عنقریب اس کا دوسرا حصہ بھی شائع ہوگا (رفیع الدین ہاشمی)

بانگ سحر: از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ مرتبہ: خلیل الحامدی۔ ناشر: ادارۂ معارف اسلامی منصورہ' لاہور۔ تقسیم کنندہ: المنار بک سنٹر' منصورہ' لاہور۔ صفحات ۴۴۳۔ قیمت درج نہیں۔

یہ سیّد ابوالاعلیٰؒ کی نگارشات ہیں جو نہ صرف اعلیٰ درجے کی بااصول صحافت کا نمونہ ہیں اور حسن ادبیت لفظ لفظ سے پھوٹا پڑتا ہے' بلکہ نہایت توجہ طلب چیز یہ ہے کہ مولانا کی صحافیانہ کاوشیں علم' معلومات اور استدلال سے اس قدر آراستہ ہوتی ہیں جیسے کوئی شخص مقالہ لکھنے چلا ہو۔ آج کل کے سرسری قسم کے اداریات اور خصوصی کالم اور بھرتی کے مضامین دیکھ کر آدمی کا سر پھر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت کم حضرات کے اخباری اداریوں یا مضامین یا کالموں کے مجموعے دس سال بعد بھی قیمتی دستاویزیں معلوم ہوں۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ گویا مولانا مودودیؒ جو اکثر تحریریں خاص مطالعہ و کاوش کے بعد ہی لکھتے تھے' ان کی کتاب "بانگِ سحر" (صدائے رستاخیز کی طرح) مقامات و احوال کے ایک وسیع نقشے میں کھڑا کر دیتی ہے' اور آپ ایک طرف مغربی شہنشاہیت کی صیادی اقوام' دوسری طرف مسلم اقوام کی طرف سے ان کے خلاف جہادی ردِّعمل' پھر صیاد کے عالم اسلام پر اچھی طرح پنجے گاڑ لینے کے بعد مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے' غیر اسلامی قوم پرستی ابھارنے' ان کے حصے بخرے کرنے' اور پھر شکاریوں کے آپس میں بٹوارے کے وحشیانہ کھیل کو دیکھتے ہیں۔ ادھر ہندوستان میں یہاں کی خلافتی' کانگریسی اور مسلم لیگی سیاست کے سائے میں مسلمانوں کے خلاف ہندوؤں کی شرارتوں کو دیکھتے ہیں جو اسی زمانے سے یہ اندیشہ رکھتے تھے کہ مسلمان افغانستان سے مل کر آگے بڑھیں گے اور ایک خوفناک طاقت بن جائیں گے' لہٰذا حکومت' صوبہ سرحد کی مسلم اکثریت کو خاص اپنے گھٹنوں تلے دبا کر رکھے۔ بیچ بیچ میں مذہبی مسائل' مثلاً شریف کے بعد سعود کا اکابر عالم اسلامی کی نگرانی میں اکابر عرب کی مشاورت کا پابند ہو کر اقتدار کو سنبھالنا مگر اس وعدے سے انحراف' نکاح و طلاق کی لازمی رجسٹریشن کا قانون بنوانے کی حرکت' حج کے انتظامات اور مصارف کے سلسلے میں والی حجاز سے معلومات حاصل کرنے کے لیے کوششیں' یا مثلاً ایک موقع پر شعبان کے متعلق نوٹ لکھنے کے دوران میں شبِ برات پر

توجہ' پھر اس سلسلے میں آتشبازی کی رسم' یہ ایسا قصہ ہے کہ چند سطریں نقل کرنی ہی پڑیں گی :

مسلمان جنھیں مذہب سے بے گانگی اور عقلی و ذہنی انحطاط نے پرلے درجے کا زیاں کار بنا دیا ہے' اس مبارک مہینے کا مدعا صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں انار' پھلجھڑیاں' پٹاخے اور خنکے چھوڑے جائیں اور چودھویں تاریخ کو قسم قسم کے میٹھے کھانے کی نیاز دے دی جائے' شب برات کے دن بچوں کو آتش بازی منگا دینا ایسا فرض سمجھا جاتا ہے کہ خدا کا حکم ٹل جائے تو پروا نہیں' مگر یہ رسم نہ ٹلے۔ بڑے بوڑھے اپنے چھوٹوں کو یہ دنیا اور دین کی آگ کا تحفہ بھیجنا شفقت بزرگانہ کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں۔ ... جب وہ مبارک رات آتی ہے تو آتش بازی کے مقابلے ہوتے ہیں۔ شہروں کے باہر نہایت کثرت سے غول کے غول جمع ہوتے ہیں (اب تو شہروں کے اندر ہی سب کچھ ہوتا ہے) اور بڑی دھوم دھام سے آگ کا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

اس کے بعد اس مہینے کی سعادتیں اور برکتیں اور اس کے متعلق احادیث کا مدعا پیش کیا گیا ہے۔

اوپر کے اس پیرے کو ملاحظہ فرما کر نوٹ کر لیجئے کہ نہ تو ۲۳ سالہ نوجوان (مودودیؒ) کے استعمال شدہ الفاظ میں سے کوئی لفظ متروک ہوا اور نہ اس مربوط و مدلل بیان کا انداز ۱۹۷۹ تک بدلا۔

مسائل حجاز میں "زمیندار" کا مسلک --- غلطی اور غلطی پر اصرار --- ۲۸۷ سے ۳۰۹ صفحے تک پھیلی ہوئی اس بحث میں اس وقت کے وہ مسائل زیر بحث آتے ہیں جو قبے گرانے کے واقعات سے متعلق ہیں۔ سیاسی احوال بھی شامل ہیں اور دینی مسائل بھی۔ حجاز اور جگہ بھی زیر بحث آیا ہے۔

ایک اور بڑا دلچسپ اور اہم مضمون ہے : انگورہ کا مقدمہ سازش (انور پاشا پر ناپاک اتہامات)۔ یہ مضمون بھی ۳۳۵ سے ۳۴۷ تک پھیلا ہوا ہے' مگر بہت معلومات آفریں۔ انور پاشا اسلامی جہاد کی اسپرٹ سے معرکہ آرا رہ کر فتح ترکیہ کے بعد مجرم قرار پایا۔ تاریخ میں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جان لڑاتے ہیں خدا پرست اور ان کو آخری وقت پر دھکیل کر آگے آ جاتے ہیں سیکولرسٹ۔

مضامین کی لمبی فہرست ہے۔ کتاب پڑھیں گے تو ماضی قریب کی تاریخ کا اہم باب فلم کی طرح نظر سے گزرنے لگے گا۔ بس ناول کی طرح قاری کھو جاتا ہے۔ ادب' تاریخ' صحافت اور

مولانا مودودیؒ کے متعلق تحقیق کرنے والے حضرات کے لیے گراں بہا تحفہ ہے۔

صرف ایک بات عام نظر سے کھٹکی۔ مولانا کے لیے "مغنی آتش نفس" کے الفاظ ذم کا پہلو رکھتے ہیں۔ (نعیم صدیقی)

ماہنامہ "الرشید" کا نعت نمبر: مدیر عبدالرشید ارشد۔ ناشر: مکتبہ رشیدیہ' ۲۵ لوئر مال لاہور۔ صفحات' جلد اول ۷۳۵' جلد دوم ۷۲۸

اس بہت بڑے اور دل کش نمبر کی تیاری میں یوں تو مجلس ادارت کے صدر' ناظم نشرواشاعت اور مدیران انتظام کا تعاون مدیر مسئول کو حاصل تھا ہی' مگر نعت نگاروں کی فہرست کی تیاری' نعتوں کا انتخاب' پھر اس کی ترتیب' خصوصاً عربی زبان کے ذخیرۂ نعت کے انگوروں کو تو خوب نچوڑا گیا ہے' پھر ان کا موثر ترجمہ' اسی طرح فارسی نعتوں کے چمن زار پر نگاہ ڈالی کہ بہترین گل و یاسمن کے پھول سمیٹنا ایسا بھاری کام تھا جو شاید عرصہ دراز سے ساتھ ساتھ متفرق طور پر ہوتا رہا ہوگا۔

ذرا اندازہ کیجیے اس نمبر کی وسیع دامانی کا کہ ۱۴۴۷ حضرات کے نعتیہ مرجان و یاقوت یکجا سمیٹ لیے گئے ہیں۔ جملہ مندرجات بہ روئے فہرست (ضمیمہ بہ آخر جلد دوم) ۱۴۶۴ صفحات پر آئے ہیں۔ مرتب نے اشارہ کیا ہے کہ ۶۴ کا عدد حضورؐ کی عمر مبارک کے لیے تلمیح ہے' یا اسے تفاؤل کہہ لیجیے۔

یہ بات تو خیر واضح ہے ہی کہ نعت کا مرکزی نقطہ محبت جناب خیرالبشرؐ ہے۔ ایمان بالرسولؐ' محبت رسولؐ اور اطاعت رسولؐ ہی کے پیرایہ ہائے بیان سے نعت نمودار ہوتی ہے۔ جہاں معاملہ ایمان کا آجاتا ہے' آدمی ایک دائرہ تقدس میں داخل ہو جاتا ہے۔ بنا بریں شاعری کی دوسری آزاد اصناف کے بالمقابل' یہاں کی پابندیاں اور احتیاطیں کچھ اور ہی معیار رکھتی ہیں۔ لفظوں کا انتخاب' تراکیب اور تشبیہیں' محاورات اور ضرب الامثال' خیالات' امیدوں' آرزوؤں اور جذبوں کی مروجہ اشکال سب کی چھانٹ پرکھ بڑے کڑے طریق سے ہوتی ہے۔ تعلی کے بجائے گنہ گاری و شرمساری کے احساسات ابھر آتے ہیں اور پیغمبرؐ کی شفاعت مطلوب قرار پاتی ہے۔

نعت ہمارے اندر اچھے جذبات کو ابھارنے' خدا و رسولؐ کی طرف رجوع کرنے' اپنے گناہوں اور غلط کاریوں کے شعور کے ساتھ اصلاح کا رجحان ابھارنے کا ایک موثر ذریعہ ہے اور جو لوگ بھی یہ خدمت کر رہے ہیں وہ بڑے قابلِ قدر ہیں۔

"الرشید" کا نعت نمبر کہاں کہاں سے نعت گووں کے گلہائے عقیدت و محبت کو ڈھونڈ کر اور پھر انھیں گلدستے کی شکل میں سجا سنوار کر لایا ہے۔ اس کے لیے ساری قوم کو جناب عبد لرشید ارشد صاحب کا' اور ان کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت کا ممنون ہونا چاہیے۔

مشورہ یہ ہے کہ آئندہ کسی اشاعت میں شعرا کی فہرستیں دونوں حصوں کے آغاز میں (اور نام' ابجدی ترتیب سے درج ہوں) دی جائیں' نیز نعت کی اصل روح' اس کے مختلف ادوار اور فنی محاسن' خصوصاً نعت میں خیالات اور مواد اور کسی قدر ہیئت کے لحاظ سے جو تبدیلیاں آتی رہی ہیں' ان کو واضح کیا جانا چاہیے تھا۔ علی الخصوص مختلف تاریخی حادثات یا مسائل کی عکاسی نعت میں جس طرح سے کی جاتی رہی ہے' مثلاً بغداد کی تباہی سے متعلق شیخ سعدیؒ کا مرثیہ "آسماں را حق بود گر خوں بہ بارد برزمیں" بلکہ زیادہ اہم وہ نعتیہ شعر ہے اور نظم' جس کا ایک مصرع کچھ یوں ہے: "اے کہ بہ سرا پردۂ یثرب بخواب" ' اقبال کا طرابلس کے حوادث پر کہنا کہ: "طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں" اور پھر اپنے قلب کے آبگینے میں اسے حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنا۔ حالی کی "خاصۂ خاصانِ رسل . . ." میرے قلم سے عدنان مندریس (ترکی) کی پھانسی کے واقعے پر فریاد کے انداز میں لکھی ہوئی ایک نعتیہ نظم میں: "حضورؐ! آپ کے منبر سے موج خوں گزری" اور آخر میں ایک شعر: "اب ان درندوں سے ممکن نجات ہے کہ نہیں: حضورؐ کوئی امید حیات ہے کہ نہیں؟" یا جہادِ ستمبر ۱۹۶۵ء کے سلسلے میں نعت کا ایک شعر: "ہم گنہ گار شیدائیوں کی طرف ایک نظر سرورِ دوجہاںؐ دیکھیے: مشکلیں دیکھیے' آفتیں دیکھیے' ابتلا دیکھیے' امتحاں دیکھیے۔" (اپنے اشعار شامل کرنے پر معذرت)۔

ایسی چیزیں اس مجموعہ نعت (خاص نمبر) میں موجود ہیں' مگر کسی مضمون یا مقالے کے ذریعے ایسے اور بعض دوسرے قابلِ بحث پہلوؤں کو نمایاں نہیں کیا گیا۔ میں تو ایسے قیمتی سرمایۂ نعت کو دیکھ کر دل میں سوچتا ہوں: "کہ ماشایانِ شانِ تونہ بودیم۔" ہمارے غیرمسلم بھائیوں اور مسلم خواتین کی نعتیں بھی پیش کی گئی ہیں۔

خدا تعالیٰ اس نتیجۂ محنت و صرفِ زر کو قبول فرما کر لائبریریوں' اساتذہ' اہل سیاست اور نوجوان طلبہ و طالبات' نیز مصنفین و شعرا کے حلقوں میں مقبول بنائے۔ (نعیم صدیقی)

نقوشِ حقانی: از حافظ محمد ابراہیم فانی۔ ناشر: دارالعلوم حقانیہ' اکوڑہ خٹک' نوشہرہ۔ صفحات ۱۸۲ قیمت درج نہیں۔

یہ کتاب دارالعلوم کے مؤتمر المصنفین کے ادارۃ العلم والتحقیق کے ڈائریکٹر مولانا عبدالقیوم حقانی کی شخصیت اور تصانیف کے تعارف پر مشتمل ہے۔ مولانا کی خوش قسمتی ہے کہ زندگی ہی میں ان کی شخصیت کتاب کا موضوع بن گئی ہے۔ مؤلف نے ان کے حالات' ان کے علم' ان کی خطابت اور ان کی تصانیف کے بارے میں نہ صرف اپنے تاثرات بلکہ ان کے اساتذہ اور رفقا کے تاثرات' اور کتب پر تبصرے اور خطوط سب یکجا کردیے ہیں۔ کتب کے بعض اقتباسات سے قاری براہ راست بھی استفادہ کرلیتا ہے۔ (مسلم سجاد)

۱- تفسیری و حدیثی خدمات ۲- مولفین صحاح ستہ ۳- سیرۃ ائمہ اربعہ : از عبدالرشید عراقی سوہدری۔ ناشر: جامعہ ابراہیمیہ ناصر روڈ سیالکوٹ۔

۸۶' ۹۲ اور ۴۸ صفحات کے یہ کتابچے دینی مدارس میں شعبہ تصنیف تالیف کے قیام اور اشاعتی سرگرمیوں کے رجحان کے آئینہ دار ہیں۔ پہلے میں' براعظم پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث کی تفسیری و حدیثی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دوسرے میں' امام مالکؒ' امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' امام ابوداؤدؒ' امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ ہے۔ یہ بھی علم میں آیا کہ مولانا ابوالکلام آزاد اہلحدیث تھے۔ تیسرے میں امام ابوحنیفہؒ' امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ پر مختصر معلوماتی مضامین ہیں جو "ترجمان القرآن" میں شائع ہو چکے ہیں۔ (مسلم سجاد)

وضاحت

۱- ترجمان القرآن میں ترجیحاً" دینی اور علمی کتابوں پر تبصرے شائع کیے جاتے ہیں۔

۲- تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں۔

۳- تبصرے کے لیے مطبوعات براہ راست: مدیر ترجمان القرآن منصورہ' لاہور ۵۴۵۷۰ کو بھیجی جائیں۔